# ماہ رمضان المبارک کی آمد... بہار آگئی

## دلِ بے رحم... امریکہ اور تصوف... سانحۂ لاہور

رمضان شریف کا ورود مسعود دنیا میں بادشاہی و آسمانی مہمانِ ذی شان کا نزول اجلال ہے۔ اہل اسلام کو مبارک ہو کہ یہ مہمان اللہ کی رحمتوں، برکتوں اور بخششوں کی نوید لے کر ان کے گھروں میں آیا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم کے سارے ہی دروازے کھل گئے۔ اس کی عنایاتِ خسروانہ کی برکھا شروع ہوگئی۔ گلشنِ اسلام پر بہار آگئی۔ ماہِ مبارک کا آبِ حیات دلوں کا میل، ارواح کا زنگ اور اذہان کا گند صاف کرنے کو آسمانوں سے نازل ہو رہا ہے۔ جوشِ رحمت دیدنی ہے کہ نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض و صدقہ و خیرات کا اجر ستر گناہ بڑھ گیا۔ اب ہم پر ہے کہ اس غنیمت سے اپنی جھولیاں بھر لیں۔ ماہ صیام، ماہِ قرآن ہے۔ تراویح میں خوش الحان حفاظ قرآن سناتے ہیں تو دلوں پر جذب و کیف طاری ہو جاتا ہے۔ دریائے قرآن ہر مسجد میں بہتے ہیں۔ موسیقی کے رسیا، بدنصیب لوگوں کو مشورہ دیتے ہیں اس دریائے قرآنی کی زمزمہ سرائی، تراویح میں سنیں تو جانیں کہ فردوسِ گوش کسے کہتے ہیں اور روحِ پاکیزہ کی غذا کیا ہوتی ہے۔ ان کے گوشِ ہوش کی پلیدی دھل جائے گی۔ وہ طبلہ و سارنگی اور چنگ و رباب کی غلیظ دنیا میں چین پانے کو جاتے ہیں مگر پہلے سے زیادہ بے چین ہو کر لوٹتے ہیں کیونکہ سازِ مطرب کے ساتھ آوازِ مغنّیہ کا تال میل، اختراعِ شیطانی ہے جو روح کی راحت رسانی کا سامان نہیں ہو سکتی ہے۔ اس سے دل کی دنیا اجڑتی اور رقص و سرود کے دل دادگان سے دوزخ بھرتی ہے۔ دلوں کی دنیا تلاوت و سماعتِ قرآن، نماز، روزہ اور اذکارِ ماثور و مسنون سے آباد ہوتی ہے۔ ان سے تنورِ نفس کی آتش تپاں ٹھنڈی ہوتی ہے۔ نماز، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ یہ پڑھو، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ ٹھنڈی کرو۔ وہ میدان حشر میں تمہاری شفاعت کریں گے۔ آخری عشرہ رمضان کا مختصر سا اعتکاف یعنی ترکِ دنیا کر کے دیکھو کہ کیسے کیسے اسرارِ عجیبہ منکشف ہوتے اور کیسے کیسے روحانی تجرباتِ لطیفہ حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام دینِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حیاتِ اسلامی کی کشتی اس دنیا کے دریا کے پانی میں تیرتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تم جانتے ہو، پانی کشتی کے اندر آ جائے تو یہ ڈوب جاتی ہے اور اگر اس کے نیچے پانی نہ رہے تو رک جاتی ہے۔ بس دنیا کی محبت اپنی کشتی حیات کے نیچے رکھو مگر دنیا سے اتنی دوری بھی نہ برتو کہ سرے سے یہ کشتی رک ہی

جائے۔اس کشتی کے اندر تمہاری متاع اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و محبت ہے۔اس کشتی کو اسلام کے چپو سے دریائے دنیا میں چلاؤ اور سلامتی کے ساتھ ساحلِ مراد پر اتر جاؤ۔ یہ اسلام کا توازن اور اعتدال ہے۔

روزہ، نماز اور تلاوتِ قرآن سے بہلتا ہے۔ تاش اور فلم سے نہیں۔ بلکہ ان سے روتا ہے اور ایسے روزہ دار کیلئے بددعا کرتا ہے جس نے اسے اس کی طہارت سے محروم کیا۔ تراویح، فرض نہیں مگر فرض سے کم بھی نہیں۔ اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام چوتھی رات کو با جماعت پڑھا دیتے تو شاید فرض ہی ہو جاتی پس یہ فرض ہوتے ہوتے رہ گئی۔ سو اس کے اور فرض کے درمیان فاصلہ بہت کم ہے۔ اسے اس عمرؓ نے باجماعت منضبط کیا جو نبی ہوتا اگر "لانبی بعدی" کا فرمانِ پیغمبرؐ نہ ہوتا۔ یہ روزہ کا زیور ہے۔ یہ روزہ کی زینت ہے۔ یہ روزہ کا لباس ہے۔ یہ اس سے نہ چھینو۔ نماز پنجگانہ، تلاوت و سماعت قرآن، کثرتِ صدقات، سحر و افطار اور صدقۃ الفطر اس کے سامانِ آرائش ہیں۔ ان سب سے مزین کر کے اسے بارگاہِ قدس میں پیش کرو، یہ کرو گے تو تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی جو صوم کی اصلی غرض اور نفع خاص ہے۔

روزہ تقویٰ کے چابک سے نفس امارہ کے منہ زور گھوڑے کو مطیع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو جکڑ کر پورے ماحول کو رمضان دوست کر دیا ہے۔ پس احترام رمضان کا، روزہ رکھنا ہے۔ چھپ چھپ کر کھانے کو احترام کا نام دینا، اللہ سے ٹھٹھا کرنا ہے۔ شیاطین جکڑے گئے تو ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ سرکاری اور نجی تمام ٹی۔وی چینلز پر وہ تمام پروگرام بند کئے جائیں جن میں ذریتِ شیطان ننگی ناچتی ہے۔

رمضان کی آمد سے پہلے ہی ذخیرہ اندوزوں نے روزہ داروں کی افطاری میں زہر گھولنے کے لئے چینی کی گرانی کے سامان کر لیے ہیں۔ یہ ذخیرہ اندوز کون ہیں، وہی جو جعلی ڈگریوں کے بل پر اقتدار کے ایوانوں پر قابض ہیں۔ حکومت رمضان پیکیج دے کر خزانہ زیر بار نہ کرے۔ ان عوام دشمن ذخیرہ اندوزوں پر آہنی ہاتھ ڈالے۔ یہ کیسی حکومتِ اسلام ہے جو حج و عمرہ کے کرائے بڑھاتی چلی جاتی ہے اور یہ بھی نہیں دیکھتی کہ حکومتِ ہند مسلمان حاجیوں کو رعایات دیتی ہے ان کے ہاں عمرہ و حج کا پیکیج پاکستان کے پیکیج سے بہت کم ہے۔

ہم پر زور طریقے سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت حجاجِ کرام و زائرین حرمین شریفین کو کرایوں میں کم از کم اتنی تخفیف ضرور دے جس سے یہ تاثر ابھرے کہ وہ تعاون علی البر کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ وطن عزیز اسلامی مملکت ہے۔ اس کا قیام 27 ویں، ماہ رمضان کو ہوا تھا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ستائیسویں رمضان ہی کو یوم آزادی قرار دیا جائے۔ اسلام دن منانے کی کوئی اہمیت بیان نہیں کرتا۔ بہر حال تاریخ تحریک قیام پاکستان اور ملتِ ابراہیمی پر مبنی دو قومی نظریہ کا اعادہ اور تذکرہ قومی ضرورت ہے اس کیلئے علمی مجالس مذاکرہ کا انعقاد ضرور ہونا چاہیے۔ شوکت اسلام کے اظہار کیلئے فوجی پریڈ بھی درست ہے۔ یہ خالصتاً قومی و علمی کام ہے اور اس کیلئے مؤرخین اور علماء کی خدمات حاصل کی جائیں نہ کہ اداکاروں کو ٹی۔وی کی سکرین پر لا کر بے حجابیوں کے مظاہرے کرائے جائیں۔

ہم پیچھے کہہ آئے ہیں کہ رمضان پیکیج کے نام پر خزانہ خالی نہ کیا جائے۔ اس قسم کے تمام پیکیج کرپشن کی ایک الگ شکل بن جاتے ہیں عوام کو ان سے ہرگز کوئی فائدہ نہیں ملتا بلکہ ہوشیار لوگوں کے غول دن میں کئی کئی بار اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے ہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ ان عوام دشمن قوتوں کو پکڑا جائے جو عوام کا خون چوسنے کیلئے ذخیرہ اندوزی اور گراں فروشی کرتی ہیں۔ مارکیٹ کو کنٹرول کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں۔ اس کے پیچھے اس کے اپنے عوامل کار فرما ہوتے ہیں۔ یہ طلب و رسد کے اصول پر چلتی ہے۔ حکومت کا کردار اتنا ہے کہ وہ ذخیرہ کرنے والوں اور مارکیٹ میں مصنوعی قلت پیدا کر کے کالا دھن کمانے والوں کو پکڑے مثلاً چینی کی موجودہ قیمت، عدالتی حکم کے باوجود، ان اجارہ داروں کا کرشمہ ہے جن کے چہرے سفید اور باطن سیاہ ہیں۔ چینی کے اگر سارے نہیں تو کم از کم نصف کارخانہ دار میڈم سپیکر کے زیر سایہ مرکزی اسمبلی میں براجمان ہیں۔ ان کے چہروں کی سرخی، عوام کے خون سے قائم ہے۔ ان کی زبانوں پر عوام کا نام ہے مگر ان کے دل قومی درد سے خالی ہیں جبکہ عوام کا اپنا یہ حال ہے کہ یہ بار بار انہی لوگوں کو ووٹ دیتے ہیں جن کی جعل سازی پر عدالتوں کی مہر تصدیق ثبت ہو چکی ہے۔

مالِ مفت، دلِ بے رحم کا مقولہ ستم ظریفانہ ہے۔ قومی خزانہ، قومی امانت ہے جس کی امین حکومت ہے۔ یہ حکومت کے باوا کی جاگیر نہیں۔ اس کی ایک ایک پائی کا حساب، وزیر اعظم کو یومِ حساب اللہ کو دینا ہے۔ اس امانت کی حفاظت کیلئے خلفائے راشدین نے اعلیٰ معیار قائم کئے ہیں جو وزیر اعظم کیلئے مشعل راہ ہونا چاہئیں۔ مگر آج کل وزیر قانون مالِ مفت، دلِ بے رحم کے جذبے سے جس طرح قومی خزانہ اڑا رہا ہے، اس کی جوابدہی کس پر ہے؟ وزیر اعظم پر! مگر وہ تو خود وزیر قانون سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔

وہ پانچ کروڑ روپیہ، اس بدنصیب قوم کے ٹیکسز کی کمائی سے، ایک ایسے طبقہ کو دے گئے جن کی خدماتِ رذیلہ سے وہ یا ان جیسے چند وڈیرے فیض یاب ہوتے ہوں گے۔ وزیر قانون کا قد بڑا ہے مگر ان کی سوچ چھوٹی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے سیدنا علیؓ کا قد چھوٹا تھا مگر وہ اپنی سیرت و کردار سے ہم دوشِ ثریا ہو گئے۔ قد رفعتِ فکر اور طہارت عمل سے بلند ہوتے ہیں۔ یہ سوچ کتنی بڑی یا چھوٹی ہے، اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں کہ ایک شخص محض شو، شا اور ٹوہر، ٹار کے جذبے سے پورا سرکاری جہاز چارٹر کرا لیتا ہے۔ اس سے اس کا قد بڑھا نہیں بلکہ یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ وہ بڑا بے درد ہے جو قومی خزانے پر یوں ہاتھ صاف کرتا ہے۔ اس سے اگلی بے دردی یہ کہ وہ کس مہم پر جا رہا تھا۔ کونسی قومی ایمرجنسی پیدا ہو گئی تھی۔ کیا جنگ لگ گئی تھی اسے یہ جہاز کیوں دیا گیا۔ کس نے دیا، جس کسی نے دیا برا کیا۔ اسے معلوم ہے ابھی کل کی بات ہے کہ حکومت فرانس نے اپنے دو وزیروں سے اس سے کہیں کم تر درجے کی ذاتی عیاشی پر استعفیٰ لیا ہے۔ اسی لئے وہ زندہ اور ہم مردہ قوم کہلاتے ہیں۔ صدارتی ترجمان نے اس کا جواز نکالتے ہوئے جو یہ فرمایا کہ یہ جہاز اس سے پہلے بھی انہی ردی مقاصد کیلئے استعمال ہوتا رہا ہے، اس غریب قوم کے زخم ہائے غربت پر بڑی ہی